عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور عہدِ تابعینؒ میں اُس کے نتائج وثمرات (بارہویں قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

دسویں صدی ہجری میں مذہبِ امام ابوحنیفہؒ کا تنقیدی جائزہ

دسویں صدی ہجری میں شیخ عبدالوہاب الشعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ جیسے بالغ نظر محقق نے مذاہب اربعہ کا تنقیدی جائزہ لیا ہے، موصوف کو اس امر کا اعتراف ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرآن وسنت اور آثار کے مطابق ہے، چنانچہ امام موصوف رقم طراز ہیں:

''وحاشا رضی اللّٰہ عنہ من القول فی دین اللّٰہ بالرأی الذی لایشھدہٗ ظاھرُ کتاب ولاسنۃ ...... وقد تثبت بحمد اللّٰہ أحوالہ وأقوال أصحابہ لمّا أَلّفتُ کتابَ أدلۃِ المذاھبِ فلم أجد قولاً من أقوالہٖ وأقوالِ أصحابہٖ إلا وھو مستند إلٰی آیۃ أو حدیث أو أثر أوإلٰی مفھوم ذٰلک أو إلٰی قیاسٍ صحیحٍ علٰی أصلٍ صحیحٍ۔'' (۱)

''اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دینِ اسلام میں ایسی رائے سے جس کا ظاہر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں شاہد موجود نہ ہو، پیش کرنے سے بچایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بحمد اللہ میں نے جب ادلۃ المذاہب پر کتاب مرتب کی تو میں نے ان کے اور ان کے شاگردوں کے اقوال میں ہر قول کو دیکھا، تو اُنہیں ا:......آیت قرآنیہ، ۲:......حدیث اور اثر، ۳:...... یا ان کے مفہوم، ۴: یا قیاس صحیح کی طرف جو اصل صحیح پر مبنی ہو، پایا ہے۔''

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ کسی امام فن کی دو، چار، چھ روایات پر کلام ہو یا اس سے دو، چار، دس غلطیاں ہو جائیں تو اس سے نہ اس کے علم پر حرف آتا ہے، نہ اس کی علمی شان میں کوئی فرق آتا ہے۔ اساطین علم اور ائمہ فن سے بھی دو، چار، دس جگہ غلطیاں ہو جاتی ہیں، اس سے ان کی علمی قدر ومنزلت اور جلالتِ شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ بھول چوک بڑے بڑوں سے ہوتی ہے، چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حسین المعلم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۵۰ھ کے تذکرے میں رقمطراز ہیں:

''لیس من شرط الثقۃ أن لا یغلط أبداً، فقد غلط شعبۃ و مالک و ناھیک

بهـمـاثـقة ونبلا وحسين المعلّم ممن و ثقه يحيىٰ بن معين و من تقدم مطلقاً وهو من كبار أئمة الحديث۔'' (۲)

''ثقہ کی شرط یہ نہیں ہے کہ وہ کبھی غلطی نہ کرے۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی ہوئی، مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھول چوک ہوئی ہے، اور تمہارے لیے ان دونوں کی ثقاہت، شرافت وعظمت کے لیے یہی بات کافی ہے۔ حسین المعلمؒ کی توثیق یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور اس سے پہلے کے علماء نے اس کی مطلقاً توثیق کی ہے اور وہ کبار ائمہ حدیث میں سے ہیں۔''

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابوداؤد الطیالسیؒ المتوفی ۲۰۴ھ کی بھول چوک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''سـلـيـمـان بـن داؤد أبـوداؤد الـطـيـالـسـي ثـقـة مـاعلمت به بأساً وقد أخطأ فى أحاديث فكان ماذا۔''(۳)

''سلیمان بن داؤد ابوداؤد الطیالسی ثقہ ہے، مجھے موصوف کے متعلق کسی خرابی کا علم نہیں، بلاشبہ کچھ حدیثوں میں ان سے بھول چوک ہوئی ہے، تو اس سے کیا ہوگیا، ایسا ہوتا رہتا ہے۔''

شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ علی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

'' قـلـتُ : إذاكان مثل كبراء السابقين قدتكلم فيهم الروافض والخوارج و مثل الـفـضـيـل يتكلم فيه ، فمن الذى يُسلم من ألْسِنَةِ الناس لكن إذاثبت إمامة رجل وفضلهٖ لم يضرهٗ مماقيل فيه ۔'' (۴)

''میں کہتا ہوں جب سابقین اوّلینؓ (خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم) میں رافضیوں اور خارجیوں نے کلام کیا، اسی طرح فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو سنت کی اتباع کرتے تھے متقی تھے، ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے تو ان لوگوں کی زبانوں سے کون بچ سکتا ہے؟ لیکن ایسے عالم کا جس کی امامت وفضیلت اور ورع وتقویٰ ثابت ہو، قیل وقال اور جرح وقدح سے کچھ نہیں بگڑتا۔''

جرح وقدح میں معیار

جرح وقدح میں معیار عدل وانصاف کی ترازو ہے، اس کے باٹ امامت وتقویٰ ہیں، انصاف کی ترازو میں تولو، اس ترازو میں جو پورا اترے لوگوں کی قیل وقال اور جرح وقدح سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ پر جرح وقدح پر علماء توجہ نہیں کرتے اور نہ ان سے اعتنا کرتے ہیں۔

کسی محدث کی حدیثوں کو نظرانداز کرنے کا معیار

کسی محدث کی حدیثوں کو نظرانداز کرنے کا معیار یہ ہے کہ وہم حدِ فاحش تک پہنچے، اس طرح درست اور صحیح حصہ بھی مغلوب ہوکر رہ جائے تو پھر وہ چھوڑنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابوحاتم

بستی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۴ھ حافظ عبدالملک العرزمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴۵ھ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

''عبدالملک بن ابی سلیمان عرزمیؒ اہل کوفہ میں بہترین محدثین اور حفاظِ حدیث میں سے تھے، جس پر حفظ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اپنی یادداشت سے حدیث بیان کرتا ہے (تو اس کو کبھی بلا اختیار) وہم لاحق ہوجاتا ہے، اور یہ انصاف کی بات نہیں کہ ایسے متقن شیخ کی حدیث کو جس کی عدالت صحیح ہو، اس سے روایات میں کچھ وہم واقع ہوجائے تو اس کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر ہم اس روش پر چلنے لگے تو ہم پر لازم ہوجائے گا کہ ہم زہریؒ، ابن جریجؒ، ثوریؒ اور شعبہؒ کی حدیثوں سے دست بردار ہوجائیں۔ اس لیے کہ وہ اہل حفظ واِتقان تھے اور وہ اپنے حافظے کے بل بوتے پر حدیثیں بیان کرتے تھے، وہ معصوم نہ تھے کہ روایات میں ان سے وہم نہ ہوتا ہو، بلکہ ایسی صورت میں احتیاط اور بہتر یہ ہے کہ ایسے متقن کی روایات کو قبول کیا جائے، اور اس کی ان روایات کو چھوڑ دیا جائے، جن میں صحیح طریقے سے یہ ثابت ہوجائے کہ ان میں وہم ہوا ہے اور اس سے وہم حدِ فاحش تک نہ پہنچے کہ اس کا درست اور صحیح حصہ بھی مغلوب ہوکر رہ جائے، جب ایسا ہوجائے تو اس وقت وہ چھوڑنے کے لائق ہوجاتا ہے۔'' (۵)

یہ معیار ہے جس پر کسی محدث کو اور اس کی روایات کو نظرانداز کیا جاتا ہے، چنانچہ محقق عبدالعزیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۳۰ھ رقم طراز ہیں:

''ہر وہ عالم جسے کسی وجہ سے متہم کیا گیا اس کی روایت ساقط الاعتبار نہیں، جیسے عبداللہ بن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، ان میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی وجہ سے طعن وحرف گیری کی گئی ہے، لیکن دین میں ان کے بلند مراتب اور علم وتقویٰ میں ان کے مرتبہ ومقام کی عظمت، ان کے حق میں ان کے طعن وتشنیع کو قبول کرنے اور ان کی حدیث کو رد کرنے سے مانع ہے۔ اس لیے کہ اگر ان جیسے بلند پایہ حفاظ ومحدثین کی حدیث کو ہر ایک کی طعن وتشنیع سے رد کیا گیا تو روایت کا راستہ بند ہوجائے گا اور سلسلۂ روایت ہی مٹ جائے گا، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد شاذ ونادر کوئی ہو جس پر ادنیٰ سی جرح بھی نہ کی گئی ہو، اس لیے اس جیسے طعنوں کی طرف توجہ نہیں کی گئی اور اس کا بہت اچھا محمل نکالا گیا، اور اس قسم کے طعن سے ان کی حفاظت کرنا لازم ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا۔''(۶)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی چند حدیثوں پر ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۶۵ھ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۸۵ھ کو اعتراض ہے۔ اولاً: علماء نے ان کے جواب دیئے ہیں۔ ثانیاً: پانچ دس حدیثوں پر کلام ہر مجتہد اور امام فن کے یہاں موجود ہے۔ کوئی امام بھی معصوم نہیں۔ آخر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بشر

تھے، نبی تو نہیں کہ ان سے خطا نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پرستوں کی مخالفت کے عناصر اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پرست محدثین کی مخالفت کے مندرجہ ذیل چار عناصر ہیں:

ا:......رائے وقیاس کا استعمال ۲:......صحیح سند سے آئی ہوئی حدیثوں کا رد

۳:......اِرجاء کا قول ۴:......ابوحنیفہؒ کی فطانت وذہانت۔ (سببِ حسد)

ا:......رائے وقیاس کا استعمال

مذکورہ بالا عناصر اربعہ کا تحقیقی جائزہ حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ نے لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

اصحاب الحدیث ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی کرنے میں حدود سے باہر نکل گئے ہیں، ان کے یہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ موصوف نے آثار میں رائے اور قیاس کو داخل کیا اور رائے وقیاس کا اعتبار کیا، حالانکہ بیشتر اہل علم کہتے ہیں کہ جب اثر وحدیث صحیح ثابت ہوجائے تو قیاس اور نظر باطل ہوجاتی ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اثر وحدیث کو رد کرنا اس محتمل تاویل کی وجہ سے ہے جو اخبارِ آحاد میں پائی جاتی ہے، حالانکہ امام موصوفؒ سے پہلے بہت سے اہل علم یہ کام سرانجام دے چکے ہیں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ انہی کی روش پر چلے ہیں جو ان کی طرح رائے کے قائل تھے۔ اسی قسم کی تمام تر باتیں جن کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے، وہ موصوف کے اہل بلد (فقہاء) جیسے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی پیروی کا ثمرہ ہیں، مگر بات اتنی ہے کہ موصوف اور ان کے شاگرد، نت نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے میں بہت زیادہ منہمک رہے ہیں اور ان مسائل میں انہوں نے قیاس و استحسان سے جواب دیا، اس لیے اس میں سلف کا اختلاف زیادہ ہوا اور یہ ان کے مخالفین کے نزدیک نئی اور بری بات تھی۔ اور اہل علم میں سے میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس سے:

ا:......آیت میں تاویل منقول نہ ہو، یا

۲:......سنت میں اس کا کوئی مذہب ہے تو اس مذہب کی وجہ سے اس نے دوسری سنت کو مناسب تاویل سے رد نہ کیا ہو، یا

۳:......اس کے متعلق نسخ کا دعویٰ نہ کیا ہو، مگر بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ پائی گئی اور دوسروں میں یہ بات کم پائی گئی ہے۔

تفریعِ مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر

پیش آنے والے مسئلوں کا حل پہلے نکالنا چاہیے، تاکہ وقت پر کسی طرح کی زحمت نہ ہو،

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷ھ کوفہ آئے اور دارابی بردہؒ میں ٹھہرے، ایک مجلس میں موصوف نے حلال وحرام کے مسئلے پوچھنے کی اجازت دی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ایک عورت کی شادی ہوئی، شوہر برسوں سے غائب ہے، اس نے سمجھا کہ وہ مرگیا ہے، دوسری شادی کی، پھر پہلا خاوند آ گیا، آپ اس کے مہر کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا ایسا ہوا ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بولے: نہیں! فرمایا: فرضی مسائل کیوں پوچھتے ہو؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''إنا نستعد للبلاء قبل نزوله فإذا وقع عرفنا الدخول فيه و الخروج منه۔''(۷)

''امتحان کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے، تاکہ جب وہ آئے تو ہم اس میں پھنسنا اور اس سے نکلنا جانتے ہوں۔''

اس ترقی یافتہ دور میں منصوبہ بندی زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کا راز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں بھی اس پر عمل پیرا تھے۔

۲:......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں صحیح احادیث کا رَد

اور یحییٰ بن سلامؒ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن غانمؒ سے ابراہیم بن اغلبؒ (۱۴۰-۱۹۶ھ/ ۷۵۷-۸۱۲ء) کی مجلس میں سنا، وہ لیث بن سعدؒ (۹۴-۱۷۵ھ/۷۱۳-۷۹۱ء) سے نقل کرتے تھے کہ لیثؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کو شمار کیا تو میں نے پورے ۷۰/ستر مسئلوں میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف پایا، یہ وہ مسائل ہیں جن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔ لیثؒ کا بیان ہے کہ میں نے اس سلسلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا، انہوں نے قبول نہیں کیا۔ (۸)

ہر مجتہد ثقہ راوی کی ہر روایت کو قبول نہیں کرتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ستر روایتوں کو قبول نہیں کیا، جیسا کہ آپ کو امام لیث رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح سے معلوم ہوا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں صحیح حدیثوں کا رد

ہر مجتہد کے یہاں کچھ اصول ہوتے ہیں، ان اصول سے جب کوئی صحیح حدیث ٹکراتی ہے وہ اس حدیث کو رد کرتا ہے۔ یہ بات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی موجود ہے، چنانچہ فقیہ ابواسحاق الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۷۶ھ فرماتے ہیں کہ:

''معتبر وثقہ راوی جب روایت کرے تو اس کی صحیح روایت کو پانچ باتوں کی وجہ سے رَد کیا جاتا ہے:

۱:......ایک یہ کہ جن باتوں کو عقل ضروری قرار دیتی ہے، ان کی وہ مخالفت کرتی ہو۔ اس بات سے اس کا باطل ہونا معلوم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ شریعت عقل و دانش کی باتوں کو درست قرار

دینے کے لیے آئی ہے، خلافِ عقل باتوں کے لیے نہیں آئی ہے۔

۲: ...... دوسری یہ کہ وہ ثقہ کی روایت جو کتاب اللہ کے صریح حکم یا سنت متواترہ کے صریح خلاف ہو۔ اس بات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یا وہ منسوخ ہے۔

۳: ...... تیسری یہ کہ ثقہ کی وہ روایت اجماع کے مخالف ہو، یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت منسوخ ہے، اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے، اس لیے کہ یہ درست نہیں کہ وہ صحیح ہو، منسوخ نہ ہوا اور امت مسلمہ اس کے خلاف اجماع کر بیٹھے۔

۴: ...... چوتھی بات یہ ہے کہ ثقہ راوی ایسی روایت میں منفرد ہو، جس کا جاننا سب پر ضروری ہے۔ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ایک بے بنیاد بات ہے، اس لیے یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ اس کی اصل و بنیاد ہو اور عظیم خلقت میں اس کا علم صرف اس کو ہی ہو اور کسی اور کو نہ ہو۔

۵: ...... پانچویں بات یہ کہ ثقہ راوی ایسی روایت میں منفرد ہو جسے عادۃً اہل تواتر سب ہی نقل کرتے ہوں، تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ درست نہیں کہ اس طرح کی روایت میں یہ منفرد ہوگا۔ (۹)

ان حقائق کی روشنی میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر صحیح حدیث کے رد کرنے کا الزام دھرنا کیا انصاف کہا جاسکتا ہے؟ اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علمائے امت میں کسی عالم کو میں ایسا نہیں پاتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو ثابت کرتا ہو اور

۱: ...... اس جیسی حدیث سے اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیے بغیر اسے رد کرتا ہو، یا ۲: ...... اجماع کے خلاف ہونے کا، یا ۳: ...... ایسے عمل کے مخالف ہونے کا جس کی پیروی لازم ہے یا ۴: ...... اس کی سند میں طعن کا دعویٰ کیے بغیر حدیث کا رد کرتا ہو، اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی عدالت ہی ساقط ہوجائے گی، چہ جائے کہ اس کو امام بنایا جائے۔ اس کے ساتھ اس پر فسق کا گناہ بھی آئے گا۔ (۱۰)

حواشی وحوالہ جات

۱: - تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۳۱۹۔

۲: - المیزان الکبریٰ، مصر، المطبعۃ الحسینیہ، ۱۳۳۱ھ، ج:۱، ص:۶۴۔

۳: - رسالۃ فی الرواۃ الثقاۃ المتکلم فیہم مما لا یوجب ردّہم، الرحیم اکیڈمی، ص:۸۹۔

۴: ...... سیر اعلام النبلاء، ج:۸، ص:۴۴۸۔

۵: - کتاب الثقات، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۰ھ، ج:۷، ص:۹۷-۹۸۔

۶: ...... کشف الاسرار، آستانہ، زین العابدین آفندی، ج:۳، ص:۷۳۔

۷: ...... جامع بیان العلم، ج:۲، ص:۱۴۸۔

۸: ...... کتاب اللمع فی اصول الفقہ، مصر، مصطفیٰ البابی، ص:۴۴۔

۹: ...... جامع بیان العلم وفضلہ، ج:۲، ص:۱۴۸۔

۱۰: ...... تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۳۴۸۔

(جاری ہے)